مُحبّت کا مقام

(مولانا صوفی سید شاہ عبدالقادر صاحب حیدرآبادی)

بندے سے اُس وقت تک کوئی نیک کام صادر نہیں ہو سکتا جب تک اللہ پاک کی جانب سے اُس کے دل میں توفیق کے نور کا شعلہ مشتعل نہ ہو۔

توفیق باب تفعیل سے ہے اس کے معنے کسی کو اپنے موافق کر لینے کے ہیں اور توفیق الٰہی سے مراد یہ ہے کہ خدا جب تک بندے کو اپنے افاضۂ لطف و کرم کے لئے موافق نہ بنائے گا اُس پر کسی صفتِ الٰہیہ کا افاضہ نہ ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ تخلقوا باخلاق اللہ کی تحصیل اس وقت تک محال ہے جب تک خود خدائے پاک محل کو درست نہ فرمائے۔ اور اسی درستگیِ محل کا نام تسویہ ہے اور ہر تسویۂ قالب کے بعد اُس قالب میں رُوح کا پھونکا جانا حسبِ قرار دادِ سنتِ الٰہیہ لازم ہے۔

رُوح سے مراد مقومِ شئے ہے یعنی جس امر کی وجہ سے کسی شئے کا قیام وابستہ ہوتا ہے اسی امر کو رُوح کہتے ہیں۔" دل بھی ایک قالب ہے اور اس کی روح محبت" دل میں اگر محبت نہ ہو تو اس کی مثال تنِ بے جان کی ہے بلکہ بے جان قالب درحقیقت وہ قالب ہے جس کی تعبیر ہم مردہ پن سے بھی نہیں کر سکتے۔

انسان بھی اُس وقت انسان ہو سکتا ہے جب کہ اس کے قالب میں اُس کی رُوح جلوہ گر اور کارفرما ہو۔ کیونکہ قالب اور روح کے باہمی امتزاج کا ہی نام انسان ہے محض قالب کا شمار حیوانیت میں ہے اور محض روح کی گنتی ملکوت میں اس لئے "قالب حیوان" اور " روح

ملک" کا نام ہے اگر انسان نے اپنے کو محض رُوحِ مطلق بنالیا تو فرشتہ ہو جائے گا اور اسی طرح محض قالب کی طرف متوجہ ہوا تو حیوان بن کر رہ جائے گا

اوپر کی تقریر سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محض قالب کا شمار تو جمادات میں ہے اس کو حیوانیت میں کیونکر شامل کیا جا سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میری مراد قالب سے قالب جمادی نہیں ہے۔ بلکہ قالب حیوانی ہے یعنے وہ قالب جس نے رتبہ جماد سے ترقی کر کے حیوانیت کے مرتبہ تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کو مرتبہ ناسوت کی انتہائی ترقی کہنا چاہیئے۔ یہ مسئلہ بھی یہاں سے سمجھ میں آجانا چاہیئے کہ جب جماد حیوانیت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو انسانی رُوح کے قالب کا تسویہ ہو جاتا ہے اور اب اس میں رُوحِ انسانی پھونکی جاتی ہے۔

انسان کی تخلیق سے مقصود محض گرم بازاریِ عشق و محبت ہے جس کی نہ حیوانیت میں قوت تھی نہ ملکوت میں مگر یہی دونوں جب آپس میں ملا دیئے گئے تو ایک قالب تیار ہوا جس میں رُوحِ عشق و محبت کے پھونکے جانے کی استعداد ہو گئی۔ اس وقت جناب باری نے عشق و محبت کی مقدس رُوح کو پھونک دیا۔

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جسطرح حیوانیت انسانیت کا قالب ہے اسی طرح انسانیت بھی قالب رُوحِ عشق و محبت ہے۔ اور انسانیت جب درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو گویا عشق و محبت کی رُوح کے لئے قالب کا تسویہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ طے شدہ امر ہے کہ قالب کے تسویے کے بعد رُوح کا پھونکا جانا لازمی ہے لہذا خدائے پاک جب چاہتا ہے کہ کسی قالب میں عشق و محبت کی رُوح کو پھونکے تو پہلے اس قالب کو انسانیت کے درجہ کمال کو پہنچا دیتا ہے اور اسی پہنچا دینے کا نام توفیق ہے۔

روحِ عشق و محبت کا محل انسان کے قالب میں دل ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ دل قالب ہے اور عشق و محبت اس کی روح۔ قالب و روح کے اجتماع کے ساتھ ہی شئے کی شئیت قائم ہو جاتی ہے۔ تو گویا جس دل میں عشق و محبت نہ ہو وہ دل ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر دل ہوتا تو روحِ عشق کا قالب مسوّے ہوتا اور یہ معلوم ہے کہ تسوے کے بعد روح ضرور پھونکی جاتی ہے۔ پس جب روح نہیں ہے تو قالب و مسوّے بھی نہیں ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جس دل میں عشق و محبت کی روح نہیں ہے وہ درحقیقت دل ہی نہیں ہے۔

دل کا تسلّط حواسِ خمسۂ ظاہری و باطنی پر مسلّم ہے جو محتاجِ بیان نہیں۔ دل میں جو شئے بیٹھ جاتی ہے وہی حواس میں ہوتی ہے جس کے متعلق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی ہے حُبّکَ الشَّیئَ یُعمِی وَ یُصِمّ۔ دل میں بیٹھی ہوئی شئے آنکھ، کان اور جملہ حواس میں اُتر جاتی ہے۔ اور محبت اسی کو کہتے ہیں کہ دل کسی شئے کی طرف مائل ہو جائے اور جو شئے اس میلانِ قلبی کے بعد دل میں بیٹھ جائے اس کو محبوب اور صاحبِ دل کو مُحبّ کہتے ہیں۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قولِ مبارک کی تصدیق باریتعالیٰ کے کلام اِنَّمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ سے بھی ہو رہی ہے تو اگر حضرت جلیل الشان جلت عظمتہ کسی کے دل میں بیٹھا ہوا ہے تو جس طرف نظر اُٹھے گی وہی نظر آئے گا جو آواز کان تک پہنچے گی اسی کی ہوگی۔

اگر کوئی شخص کسی شئے کی محبت کا دعوے کرے تو اُس کے سامنے غیر محبوب کی تصویر پیش کر کے دریافت کرو کہ یہ کس کی تصویر ہے اگر اُس نے کہہ دیا کہ میرے محبوب کی تصویر ہے یہاں تک کہ ہماری استفساری آواز کو بھی وہ اپنے محبوبِ دلنشین کی آواز کہے تو تم اس کی ضرور تصدیق کرو اور اُس کو محب اور اُس شئے کو محبوب تسلیم کرو اور اگر اس کے خلاف

ہے تو فوراً تکذیب کردو۔

ایمان و محبت

ایمان نام ہے محبت کا۔ الا لا ایمان لمن لا محبت لہ۔ اسلئے مدعیان محبت خدا و رسول کو لازم ہے کہ آنکھ اور کان کے دو گواہ اس بات کے لئے پیش کریں کہ ان کی آنکھ اور ان کے کان کا کیا حال ہے۔ اور نہیں تو ہم یقیناً ان کو مومن حقیقی ماننے میں تامل کریں گے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی بعثت مبارک کی حقیقی غرض بھی یہی ہے کہ دلوں کو خدا کی ذات و صفات سے معمور فرمادیں۔ ایسے جلیل القدر نبی اور اُن کا یہ کام درحقیقت عند اللہ محبت کی جلالت و عظمت اور گرانقدری کی بیّن شہادت ہے پس حقیقی ایماندار اور سچا مسلمان وہی ہے جس کو خدا اور رسول کی محبت ہو۔

لا الٰہ الا اللہ

مسلمان کے یہ معنے ہیں کہ اس کے اعضاء و جوارح ظاہری سے بھی اپنے محبوب دلنشین کی محبت کے انوار برستے ہوں "محبت کی قدر و قیمت مشک سے بھی زیادہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ مشک جہاں ہوگا اُس کی خوشبو ضرور پھیلے گی۔ یہ وہ مشک کی بو ہے جو نبوت کا کام کرتی ہے تو تمہارے اعضاء اور جوارح کے انوار جب مثل بوئے مشک حضرتِ دلنشین کی نبوت کا فرض ادا کر رہے ہیں تو گویا تمہارے یہ اعضاء و جوارح نورِ نبوت سے معمور ہیں اور تمہارا دل منزل گاہِ لا الٰہ الا اللہ اور اعضاء و جوارح مظہر محمد الرسول اللہ ہو گئے۔

حقیقی کلمہ کا ذکر بھی یہی ہے کہ صرف زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہہ دینا حقیقی مومن نہیں بنا سکتا بلکہ حقیقی مومن تو وہ ہے جس کے دل میں خدا کی محبت اور اس کا نور جو درحقیقت صورتِ محمدی ہے اُس کے اعضاء اور جوارح سے ہر آن ظاہر ہوتے رہیں۔

ان تنصر اللہ ینصرکم | اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا" وہ ایمان

اور اس کے آثار و برکات جس کا اوپر بیان ہوا اس کا حصول بھی توفیق الٰہی پر موقوف ہے اور اب ضرورت اس بات کی بتلانے کی ہے کہ توفیق الٰہی کو کس طرح حاصل کیا جائے تو اس کے لئے بھی خود ذات باری تعالیٰ نے فرما دیا ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ۔ معلوم ہوا کہ نورِ توفیق کے حاصل کرنے کے لئے ہم کو بھی کچھ کرنا چاہئے اور وہ استعداد و قابلیت پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا جیسے چراغ، تیل اور بتی اور اللہ کا کام اس کا روشن کر دینا ہے تو گویا ہمارا مستعد اور قابل بنجانا ہماری طرف سے مدد کرنا ہے اور اللہ کا مشتعل فرما دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت ہے۔

اہل الذکر و القرآن

نصرت جانبین کا جو کچھ اوپر بیان ہوا اس سلسلے میں ہمارا فرض قابلیت اور استعداد کا پیدا کرنا ہے اس کے لئے اہل الذکر کی صحبت اور حقائق قرآنیہ پر غور و تامل کرنا اور اسکی ذریعہ سے اپنے ظاہر و باطن کو سنوارنا ہے۔ اسکی پہچان اوامر کا بجا لانا اور نواہی سے پرہیز کرنا۔ صاحبِ صلاح و فلاح اور اخلاقِ حسنہ کے زیور سے آراستہ ہونا ہے یہی حصول استعداد و قابلیت ہے جو درحقیقت توفیق الٰہیہ کا مسوّے قالب ہے پھر اس کی روح یعنی نورِ توفیق کا اس میں پھونکا جانا لازمی ہے اور نورِ توفیق خود ایک قالب ہے اور اس کی روح "محبتِ الٰہی" ہے۔

شانِ عبدیت

مطلوب ہمارا تو ہی مقصود ہمارا تو ہے — سجدہ میں کیا ہم مسجود ہمارا تو ہے
جس حال میں تو رکھے راضی برضا ہیں ہم — ہم عبد ہیں اے مالک معبود ہمارا تو ہے

"مصلح"